احسان اللہ خان، پی ایچ ڈی، سکالر
ریسرچ سکالر، شعبۂ جنرل ہسٹری، کراچی یونی ورسٹی، کراچی/ لیکچرار شعبۂ تاریخ، فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج چلاس دیامر

اہلِ دیامر کا لوک ورثہ، شنا زبان

Ihsanullah Khan, PHD, Scholar
Research Scholar, Departmnet of General History, University of Karachi ,Karachi
Lecturar,Department of History,Federal Government Degree College, Chilas

Disstt Diamer Lok Virsa, Shina Language

The region known as "Gilgit Baltistan" comprises of seven districts covering an area of about 28,000 square kilometers.

reviously, seven districts of Gilgit Baltistan (Gilgit, Diamer, Astor, Baltistan, Ghizr, Hunza Nagar and Ganchey), along with Chitral and Indus Kohistan were collectively known as Dardistan. There was a time when Gilgit, Baltistan and their suburbs were known as Bolor as well. Other names given to the area include 'Dardisa' or sometimes 'the Land of Shinaki' for the reason that "Shina" was the most common language spoken in these areas.

To the left of the Indus river, 'Chilas' a Tehsil of Diamer is located which previously used to be a Sub Devision of Gilgit. The passes of Goharabad, Khiner Nala, Hoder Nala, Darel Valley and Tangir Valley are located in Diamer on the right side of the Indus. The left side of the Indus comprises of the valleys of Raikot, Buner, Niat, Thak, Gichi and Thor. In the past, these areas on the left and right sides of the Indus river used to be ancient Kots. Tribes in each of these areas, within their geographical boundaries, possessed the status of a democratic state. The countries located on the frontiers of these valleys are linked to these valleys through fascinating mountain passes and pathways. Little attention has been given to these pathways. Local as well as foreign writers have been quite silent particularly about the Diamer District.

Specific objectives of the present research on various historical phases of District Diamer include:

"Shina" the local language is not customary in writing, and majority of the population is also illiterate, yet they possessed social education transcending fro generation to generation. This is represented in the Kot organization. Present study has Carried out a comprehensive study of the ancient 'Kot' of each pass and related archaeological heritage.

The study also presents an overview of poetry, literature and folk stories of this area which explains the old beliefs pertaining to supernatural beings (giants, genies, fairies) of this area.

ا۔ دیامر میں شعروادب:۔

شاعری ایک فطری جذبہ ہے جو شاعر کے وجدان اور تخیل سے وجود پا کر اس کی زبان پر آجاتا ہے جبکہ ادب معاشرے کی معمولی جزئیات سے لے کر تہذیب وتمدن کے بڑے شعبوں پر محیط ہوتا ہے۔ ضلع دیامر کا معاشرہ شعروادب کا انمول خزانہ لئے ہوئے ہے اور قدیم بدھ عہد سے قلم وقرطاس کی بجائے سینہ بہ سینہ محفوظ شعروادب کا یہ خزانہ اپنی سحر کاری میں بھی یکتا اور موثر ہے۔ ضلع دیامر کے شنا شعروادب میں لوک گیت، جنگی کارناموں کے اشعار، قومی گیت، عشق ومحبت کی غزلیں، قصیدے، افسانوی گیت، قومی کارنامے اور لوک کہانیاں شامل ہیں۔ دیامر کے شعراء اپنا کلام زبانی سنا دیتے ہیں، غیر معمولی یاداشت کی اس صفت میں دیامر کے شعراء کو بڑی امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخی اعتبار سے ضلع دیامر میں گوہرآباد تا سازین ''شنا کی علاقہ'' سے جانا جاتا ہے۔ شنا کی علاقہ کے اس حصے کی تاریخ جس طرح نایاب ہے، اسی طرح یہاں کے شنا زبان میں شعروادب کا احاطہ کرنا مشکل امر ہے۔

درحقیقت شعروادب کی اس نایابی کی دو بنیادی وجوہات ہیں، پہلی بنیادی وجہ شنا زبان کے اپنے رسم الخط کی عدم موجودگی ہے اور ان علاقوں میں پراکرات کی زبان خط وکتابت میں استعمال ہوا کرتی تھی۔ قدیم عہد سے مقامی یا بیرونی حملہ آوروں کی طرف سے شنا زبان کے لکھنے کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ماضی میں کبھی اس کی طرف توجہ دی گئی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بدھ مت کے زوال کے بعد ان وادیوں اور دروں میں کئی صدیوں تک تعلیم کے فقدان کی وجہ سے جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہا جو اسلام کی آمد تک جاری رہا۔ انہی دو وجوہات کی بنا پر قدیم شنا شعروادب کا کوئی ادبی ورثہ مقامی طور پر محفوظ نہیں اور نہ ہی کبھی کتابی شکل میں منظر عام پر آسکا ہے۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ جب زبان وجود میں آئی تو یقیناً شعروادب کا آغاز بھی ضرور ہوا ہوگا، البتہ رسم الخط کی عدم موجودگی کی بنا پر ہی اس کے ارتقاء میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ موجودہ دور میں دیامر، گلگت اور غذر پنیال کے تعلیم یافتہ ادیبوں اور شعراء نے شنا رسم الخط کو ایجاد کر کے چند قواعد بھی مرتب کئے ہیں لیکن تینوں علاقوں کے رسم الخط میں فرق موجود ہے جس کے سبب اب بھی کوئی متفقہ رسم الخط سامنے نہیں آسکا ہے۔

دیامر کے قدیم شعراء میں اکثر افراد زمیندار یا گلہ بان ہوا کرتے تھے جنہیں لکھنے پڑھنے کے مواقع میسر نہ تھے۔ بدھ دور کے زوال کے بعد کئی صدیوں پر محیط ''تاریک دور'' میں یہاں کے ان پڑھ زمیندار اور چرواہے بھی کمال کے شاعر تھے جنہیں اپنا کلام تا دمِ مرگ زبانی یاد ہوتا تھا۔ پہاڑوں میں بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے اور کھیتوں میں کام کرتے ہوئے دل کا غبار اشعار کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا اور ماضی قریب تک اس کا اظہار گنگناتے ہوئے یا ترنم سے گاتے ہوئے کیا جاتا تھا۔ پہاڑوں اور جنگلات میں آواز کی بازگشت پر ان کی مترنم آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ علاوہ ازیں جب چرواہے اور زمیندار رات کو گھروں کو لوٹ آتے تو فراغت کے ان لمحات میں بھی ترنم سے اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔ کلام سنانے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ شاعر گہری سانس لینے کے بعد اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بلند مترنم آواز میں دل کی گہرائی سے اشعار کہتا تھا اور جب تک اس کا سانس نہ ٹوٹتا، لمبے لمبے مترنم آواز کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی کرتا رہتا تھا۔ اس کا کلام بعض اوقات اس قدر طویل ہوتا کہ رات تو گزرتی جاتی لیکن کلام کا اختتام نہ ہوتا۔

ان پڑھ ہونے کے باوجود یہ شعراء مجلس میں شریک ہوتے تو اپنا کلام کئی گھنٹوں تک بغیر وقفہ کے سناتے جاتے تھے جس میں ان کی اعلیٰ یاداشت کی صفت کارفرما ہوتی تھی۔ اس مجلس میں بعض شوقین افراد شاعر کے انداز میں رنگی دھن میں بانسری بھی بجایا کرتے تھے جسے شنا میں ''تو تک'' کہتے ہیں۔ دیامر کے شعراء کا حافظہ فطرتاً قوی اور غیر معمولی تھا، انہیں سینکڑوں اشعار غزلوں اور قصیدوں کی صورت میں زبانی یاد ہوتے تھے۔ فطرت کا قاعدہ ہے کہ قوتِ حافظہ سے جس قدر کام لیا جائے، اتنی ہی اس میں ترقی ہو جایا کرتی ہے۔[۱]

۲۔ دیامر کے شعر و ادب کے شعبے:۔

دیامر میں بدھ مت کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی شنا شعر و ادب کو محفوظ نہ کیا جاسکا کیونکہ اس دور میں تحریری زبان پراکرات ہوا کرتی تھی۔ اس طرح شنا زبان لکھنے کا رواج بھی ممکن نہ ہوا اور نہ ہی اس کی کوشش کی گئی۔ قدیم بدھ عہد کے لوک گیت، جنگی کارنامے اور رزمیہ اشعار، قومی گیت، عشق و محبت کی غزلیں، حمد و نعت، قصیدے، افسانوی گیت، قومی کارنامے اور لوک کہانیاں ضلع دیامر کا تاریخی و تہذیبی ورثہ تھا لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تمام تاریخی ورثہ ضائع ہو چکا اور قدیم عہد سے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والا انمول شعر و ادب کا یہ خزانہ بیسویں صدی کی آسائشوں کی نذر ہو گیا۔ بدقسمتی سے اسے نہ ہی کتابی شکل دی جاسکی اور نہ ہی وہ شاعر و ادیب دنیا میں رہے جن کے کلام تہذیب و ثقافت کے آئینہ دار تھے۔ ضلع دیامر کے شعر و ادب کو مندرجہ ذیل چار شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱۔ رزمیہ اشعار	۲۔ صوفیانہ کلام
۳۔ مجلس	۴۔ لوک کہانیاں اور لوک گیت

۱۔ رزمیہ اشعار:۔

قدیم عہد میں قلعہ نما کوٹ میں زندگی بسر کرنے والوں میں ایسے بہت سے شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے عمدہ اور بہترین رزمیہ اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار میں اپنے قبیلے کی فتح و کامرانی، جنگی کارناموں اور بہادری و شجاعت کو بیان کیا جاتا تھا اور دشمن کی شکست، بیخ کنی اور چالوں کو ناکام بنانے کا ذکر کیا جاتا تھا۔ رزمیہ اشعار میں جنگ کے دوران میدان جنگ میں جوش دلانے کے لئے ولولہ انگیز عبارتوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ قدیم عہد کے کوٹ کی زندگی میں خواتین شعراء کا کردار بھی بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ عرب خواتین کی طرح جنگ کے موقعوں پر جوش دلانے اور ہمت بڑھانے کے لئے رزمیہ اشعار کہا کرتی تھیں لیکن قدیم عہد میں تعلیم کی کمی اور شنا میں خط و کتابت نہ ہونے کی بنا پر یہ تمام

رزمیہ اشعار اور جنگی کارناموں پر مشتمل تاریخی وتہذیبی ورثہ ضائع ہو گیا۔

۲۔ صوفیانہ کلام:۔

دوسرے شعبے میں صوفیانہ شاعری ہے جس میں علماء کرام اور شعراء نے اسلام کی آمد کے بعد اپنے کلاموں کو مرتب کیا۔ گویا صوفیانہ شاعری اسلامی تہذیب وثقافت اور اقدار وروایات کی عکاسی کرتا ہے۔ صوفیانہ اشعار میں حمد، نعت، قصیدے اور اسلامی عقائد احکامات پر مشتمل نظمیں شامل ہیں۔ ماضی قریب تک یہ تمام کلام زبانی یاد ہوا کرتے تھے، البتہ اب انہیں بعض علماء کرام اور صوفی شعراء کتابوں کی شکل میں مرتب کر چکے ہیں۔ اس کا طریقہ کار بھی بہت سادہ سا ہے کہ دف اور تالیوں کے بغیر شاعر اپنا کلام مترنم آواز میں سناتا ہے۔ صوفی شعراء صوفیانہ کلام پیش کرنے میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں ضلع دیامر میں حمد، نعت اور قصیدے کہنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے جن کا کلام اثر انگیز اور مسحور کر دینے والا ہوتا ہے۔[۲]

۳۔ مجلس:۔

قدیم شعر گوئی کو مقامی زبان میں ''مجلس'' کہا جاتا ہے جس میں شاعر اپنا کلام زبانی سناتا ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے ان دروں میں اس خاص محفل کے تحت شعر گوئی مروج تھی اور ماضی قریب تک ''مجلس'' کے نام سے اشعار کہے جاتے تھے۔ مجلس کا انعقاد اکثر خوشی کے موقعوں پر مثلاً شادی بیاہ، بچے کی پیدائش اور سالانہ تہواروں یا زمینداری کے کاموں سے فراغت پر کیا جاتا تھا جبکہ پہاڑوں پر چرواہے اس قسم کی قید وبند سے آزاد ہر وقت مجلس کیا کرتے تھے۔ خصوصاً چرواہے بنسری کے ذریعہ اپنے اشعار کو آواز کا پیکر دیتے تھے اور ان کی بانسری کی مسحور کن ومدھر آواز دور دور تک بازگشت کرتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ ایک مجلس میں عشق ومحبت کے اشعار، غزلیں، لوک گیت، قومی گیت اور افسانوی گیت ذوق وشوق سے سنے اور سنائے جاتے تھے۔

ماضی میں مجلس بعض اوقات رات بھر جاری رہتی تھی۔ اس خاص محفل ''مجلس'' کا طریقہ کار یہ تھا کہ شاعر کانوں پر ہاتھ رکھ کر بلند مترنم آواز سے اشعار کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ چند جوان ہمنوائی کرتے ہوئے گاتے ہیں، ان جوانوں کو شنا میں ''الیشکر'' کہتے ہیں اور الیشکر میں شامل یہ جوان شاعر کے اردگرد دائرے میں بیٹھتے ہیں۔ ایک مرتبہ شاعر نرم آواز اور ترنم کے ساتھ اشعار کہتا ہے جبکہ دوسری مرتبہ شاعر کے ساتھ ساتھ ہمنوائی کرنے والے الیشکر کے جوان بھی ان ہی اشعار کو نرم آواز میں مل کر گاتے ہیں جبکہ غزل یا عشقیہ اشعار کا مطلع اہم ہوتا ہے اور اس مطلع کو دو مرتبہ اشعار کہنے کے بعد جوش وولولے سے بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی مجلس میں ڈھول یا دف بھی بجایا جاتا تھا جبکہ باقی مجلس میں شریک افراد تالیاں اور سیٹیاں بجا کر شاعر اور الیشکر کا ساتھ دیتے تھے جس سے محفل خوب جم جاتی تھی۔ جب محفل اپنی عروج پہ ہوتی تو جوشیلے جوان اٹھ کر روایتی رقص کرنا شروع کر دیتے تھے۔

علاوہ ازیں مجلس کا ایک طریقہ کار یہ بھی تھا کہ شروع کے اشعار شاعر اور الیشکر کے جوان مل کر نرم آواز میں گاتے تھے جبکہ محفل کے جمنے کے ساتھ باقی اشعار کو جذبے اور جوش کے ساتھ گاتے تھے جسے ہم ''گرم اشعار'' کہہ سکتے ہیں۔ گرم اشعار سے محفل میں سیٹیوں اور تالیوں سے مزید گرمجوشی آجاتی تھی۔ یوں باری باری یا گروہ کی صورت میں جوشیلے نوجوان ان گرم اشعار پر روایتی رقص کرنا شروع کر دیتے تھے۔ البتہ ڈھول اور تالیوں کی گونج سے راتوں کی نیندیں اڑ جایا کرتی تھی۔ دو چار منٹ کے رقص کے بعد یہ گروہ بیٹھ جاتا جبکہ شاعر اور الیشکر کے جوان مزید نرم اور گرم اشعار کہتے اور پھر اس گروہ کے جوان دوبارہ اٹھ کر ناچنا شروع کر دیتے تھے۔ اسی طرح رات کا پتہ ہی نہ چلتا اور صبح کا جالا نکل

آتا تھا۔ ماضی میں مجلس کی اس محفل میں گاؤں کے بلا امتیاز بڑے بزرگ اور چھوٹے شریک ہوا کرتے تھے۔

۳۔ شنا اشعار کی ترکیب:۔

قدیم عہد سے دنیا کی تمام زبانوں کی طرح شنا بھی اشعار کے ساتھ مزین ہے اور اس کا دامن بلند تخیل کے عمدہ و بہترین اشعار سے بھرا ہوا ہے۔ شنا کے اشعار میں بھی عربی، اردو اور فارسی کی طرح بہت ساری ادبی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن میں مندرجہ ذیل امور کا ہونا لازمی ہیں :

۱۔ قافیہ ۲۔ وزن شعری/ بحر

۳۔ ارادہ

ابتداء میں یہاں کے باشندے اشعار کو گیتوں کی صورت میں گایا کرتے تھے۔ ان گیتوں میں غم اور خوشی کے لئے مخصوص گیت ہوا کرتے تھے اور ان کے گانے کے انداز میں بھی فرق ہوا کرتا تھا۔ جب اسلام کا نور ان وادیوں میں پھیلا تو ان غیر اسلامی گیتوں کا خاتمہ ہوا اور شرفاء اس قسم کی شاعری سے نکل گئے۔ اس کی بنیادی وجہ دیامر کے معاشرہ کا اسلامی تہذیب میں ڈھلنا تھا اور ان گیتوں کی جگہ حمد و نعت نے لے لی۔

البتہ دیامر کے زندہ دلان نے اپنے مرثیے اور میدانِ جنگ کے ہیروز کو یاد رکھا۔ [۳]

۴۔ ضلع دیامر میں شنا اشعار کی خصوصیات:۔

شنا کی قدیم اور ابتدائی شاعری آزاد قسم کی تھی جس میں بحر یعنی وزنِ شعری اور قافیہ وغیرہ کی کوئی قید نہ تھی بلکہ شاعری دلی جذبات کے اظہار کا نام تھا۔ شنا کے ان آزاد شاعروں نے ذہانت اور تخیل کی فراوانی کے ساتھ ساتھ منظر نگاری، تشبیہات، محرکات، اشاروں اور کنائیوں کا ایسا استعمال کیا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان آزاد اشعار میں عزت و آبرو، طنز و مزاح، امن و سلامتی، اخوت اور عشق و محبوب کی بے وفائی اور دشمن سے مقابلہ کے لئے رزمیہ اشعار سے ایک لطیف احساس پیدا ہوتا ہے۔ [۴-۵]

دنیاوی زندگی غم اور خوشی کے احساسات کا نام ہے جس میں اپنی قوم و قبیلہ کے لئے قربانی، ظلم و ستم اور انصاف، جنگ اور امن، بھوک اور غربت، قدرتی آفات، قومی جذبات، عشق و محبت، محبوب کی یاد اور تنہائی وغیرہ جیسے حالات قدم بہ قدم موجود ہیں۔ ان جذبات اور حالات کو ضلع دیامر کے شعراء نے اپنے اشعار میں موتیوں کی لڑی کی مانند منضبط کر لئے ہیں اور اس کے علاوہ عظیم واقعات کو لوک گیتوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

دیامر کے شعراء کی امتیازی خصوصیت ''آمد'' ہے۔ ان کے اشعار میں تخیل کی بلندی، صنعتِ شعری، عمدہ اسلوب، روانی کا تسلسل منتخب تراکیب، لفظوں کی بندش اور بیان کا درد اس قدر ہے کہ اس پر رشک آنے لگتا ہے۔ ان تمام خوبیوں میں بھی تخیل کی بلندی اور صنعتِ شعری شعر گوئی کے لئے خشت اولین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان عمدہ و اعلیٰ اشعار کے سننے کے بعد یہ یقین نہیں آتا کہ ایک پہاڑی چرواہا اور بھیڑ بکریوں کے ساتھ زیادہ تر گزر بسر کرنے والا اور ایک عام زمیندار کے الفاظ اس قدر شائستہ، عمدہ اور منجھے ہوئے انداز میں ادا ہو سکتے ہیں۔ اسلامی اقدار و روایات کے معاشرے پر چھا جانے کے بعد انہی صفات کے ساتھ قصیدے، حمد و نعت، غزلوں اور طنز و مزاح کے طور پر سخن گوئی کا ایک سنہرا دور بھی موجود ہے۔

۵۔ شنا اشعار کی تنزلی کا دور:۔

دیامر میں اسلام کی آمد کے ساتھ عربی اور فارسی کا رواج ہوا تو لکھنے میں فارسی ہی کو استعمال کیا گیا۔ مغلیہ دور میں فارسی سرکاری اور قومی زبان کے طور پر رائج ہوئی اور نصاب بھی فارسی میں مقرر کیا گیا تھا۔ فارسی کے آثار ضلع دیامر پر بھی پڑے، اس لئے شنا کا رسم الخط فارسی کی طرح ہے۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ڈوگرہ اور انگریز حکومت نے آزادی ختم کر کے برصغیر کے باسیوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا۔ غلامی کے اس طوق کا اثر شنا شعر و ادب پر بھی پڑا کیونکہ بہت سے جوان ڈوگروں اور انگریز سامراج کے ہاتھوں قتل ہوئے جس سے ادب کا ایک بڑا ذخیرہ ضائع ہوا۔

اس دور میں باقی ماندہ افراد میں سے بعض نے اشعار بھی کہے تھے جن میں ان شاعروں نے بیرونی طاقت کے قابض ہوتے وقت اس ظلم و بربریت کا اظہار اپنے کلام میں کیا ہے۔ ڈوگرہ اور انگریز دورِ حکومت میں ایک دوسرے ذریعے سے بھی شنا ادب پر برا اثر پڑا کہ دفتری زبان انگریزی مقرر کی گئی جس کا اثر نہ صرف شنا بلکہ شمالی علاقہ جات کی تمام زبانوں پر پڑا۔ دیامر کے شعراء نے جنگ کی منظر کشی، حوصلہ و جذبات کا ناقابلِ یقین امتزاج اور وعظ و نصیحت کے دلفریب انداز کو اختیار کیا۔

ضلع دیامر کے شعراء کرام:۔

شنا کے بیسویں صدی کے بہت سے شعراء دنیا میں اب نہیں رہے ہیں لیکن وہ اپنے کلام کی شکل میں آج بھی زندہ ہیں اور اس کے علاوہ موجودہ دور میں بھی بہت سے بہترین اور عمدہ کلام پیش کرنے والے شعراء ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں :[۶]

۱۔ عبدالحق (مرحوم) وادی داریل ۲۔ صفدر (مرحوم) سازین

۳۔ گل (مرحوم) تھک نالہ ۴۔ سیدمیر (مرحوم) تھک نالہ

۵۔ مولانا حسین گوہر آباد

حواشی و حوالہ جات

۱۔ انٹرویو : از جناب حاجی شاہ روم (مرحوم)، پھوگچ، داریل، ۱۲/دسمبر ۲۰۰۶ء

۲۔ انٹرویو : از جناب حاجی جمعہ خان اور حاجی نواب صاحبان، بیلو، کھنمبری، ۲۵/نومبر ۲۰۰۶ء

۳۔ انٹرویو : از جناب حاجی شاہ بادشاہ سیر کھنمبری، ۱۲/دسمبر ۲۰۰۶ء

۴۔ انٹرویو :مولانا چلو، ڈوڈوشال، ۱۷/ستمبر ۲۰۰۸ء

۵۔ انٹرویو : از جناب عبدالغفار کئی بٹوگاہ، ۱۲/دسمبر ۲۰۰۵ء

۶۔ جناب عبدالقادر، ساکن وار وتھور ۲۸/جون ۲۰۰۶ء